خطبہ جمعہ

صفت مالکیت اپنے فیضان کے لئے ایک فقیرانہ تضرّع اور الحاح کو چاہتی ہے

خدا تعالیٰ کی صفات کا علم جتنا بڑھتا چلا جائے گا اتنا ہی انسان اس کے حضور جھکتا چلا جائے گا

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۱۰ر اگست ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۰ر ظہور ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

یہ جو آج کا خطبہ ہے اس کا تعلق خدا تعالیٰ کی صفات مَلِكْ، مَالِكْ، مَالِكَ الْمُلْك اور مَلَكُوْت سے ہے۔ پیشتر اس کے کہ اس کے متعلق مَیں خطبہ شروع کروں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ گزشتہ خطبہ کے بعد جب ڈاکٹر شکیل صاحب سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے سوال کیا کہ یہ جو صفات کا مضمون ہے، ہے تو بہت اعلیٰ درجہ کا مگر اکثر لوگوں کے سر کے اوپر سے گزر جاتا ہے اور تعجب سے پوچھا کہ آپ کے ساتھیوں کو پتہ چل جاتا ہے؟۔ مَیں نے کہا میرے ساتھی ماشاء اللہ بہت ذہین ہیں اور صاحبِ علم اور قرآن ہیں ان کو لازماً سمجھ آجاتی ہے مگر اگر آپ کا خیال ہے کہ دوستوں کے سر کے اوپر سے گزر جاتا ہے تو کچھ سمجھنے والے بھی ہونگے، کچھ نہ سمجھنے والے بھی۔ کوشش مَیں کرتا ہوں کہ ذرا تفصیل کے ساتھ مضمون کو سمجھاؤں۔ لیکن ان کی اس وارننگ کے بعد مَیں سمجھتا ہوں کہ کوشش کر کے مجھے اس مضمون کو چھوٹا کرنا پڑے گا۔ خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لمبے اقتباسات لوگوں کی سمجھ سے بالا ہوتے ہیں کیونکہ آپؑ کی زبان بہت عالمانہ ہے اور اس کی تفصیل میں پھر بہت وقت لگ جاتا ہے۔ اس خیال سے مَیں نے آج اقتباسات چھوٹے کر لئے ہیں۔ خطبہ بھی کچھ چھوٹا ہو جائے گا تو کوئی حرج نہیں۔ مگر جو مقصد ہے وہ فوت نہ ہو یعنی اس حد تک مَیں سمجھاؤں جس حد تک دوستوں کی سمجھ میں بات آسکے۔

مَالِك ،مَلِك وغیرہ کے متعلق حضرت امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وہ ذات جو پبلک میں امر و نہی پر تصرف رکھتی ہے“۔ اسی لئے یہ انسانی سیاست سے مختص ہے اور اسی لئے مَلِكُ النَّاس تو کہا جاتا ہے مَلِكُ الْاَشْيَاء نہیں کہا جاتا“۔ یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کا ملک ہے ملک الناس۔ لیکن مَلِكُ الْاَشْيَاء خدا تعالیٰ کو نہیں کہتے حالانکہ اشیاء کا بھی مالک ہے۔ تو یہ بہت باریک نکتہ حضرت امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھایا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن سے مراد جزا سزا کا بادشاہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کس کا ملک ہے آج کے دن، اللہ ہی کا ہے جو واحد ہے اور قہار ہے۔

تو ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن﴾ کے متعلق یہ سمجھنا چاہئے۔ جزا سزا کے دو حصے ہیں ایک تو اس دنیا میں بھی مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن جزا سزا دیتا ہے، لوگ سمجھیں یا نہ سمجھیں بہرحال ان کا روزانہ ایک جزا سزا کا دن آتا چلا جاتا ہے۔ جو بداعمال ہیں ان کو بداعمالی کی سزا اس دنیا میں بھی ملتی ہے۔ جو نیک اعمال ہیں اس دنیا میں بھی وہ اس کی جزا پاتے ہیں اور آخرت میں بھی تو پھر بہت زیادہ جزا پائیں گے۔

اس سلسلہ میں حضرت ابو سلمہؓ کی ایک روایت بیان کرتا ہوں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ زمین کو سکیڑ دے گا اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ سے لپیٹ لے گا اور فرمائے گا اَنَا الْمَلِكُ کہ مَیں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمینی بادشاہ؟۔

(بخاری۔ کتاب التوحید)

اب یہ جو آیت ہے قرآن کریم کی جس میں یہ مضمون بیان ہوا ہے اس سے بہت سی باتیں گہری حکمت کی نکلتی ہیں۔ خصوصاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ سے لپیٹنے سے کیا مراد ہے۔ خدا تعالیٰ کا تو کوئی ہاتھ ایسے نہیں ہے۔ دایاں ہاتھ یدِ قدرت کو کہتے ہیں۔ تو جس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے یدِ قدرت سے پیدا کیا تھا ایک وقت ایسا آئے گا کہ ساری کائنات کی صف لپیٹی جائے گی۔ اور یہ مضمون جو ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر از خود روشن ہو ہی نہیں سکتا تھا، وہ زمانہ ہی بالکل اور، مختلف زمانہ تھا۔ اس میں کائنات کا ایک صف میں لپیٹے جانے کا تصور کوئی موجود نہیں تھا۔ اور پھر ﴿كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ﴾ جس طرح ہم نے اس کائنات کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اسی طرح ہم اس کو دہرائیں گے بھی۔ گویا ایک مسلسل مضمون ہے جو کائنات کے ایک دفعہ شروع ہونے کے بعد پھر دوسری دفعہ اس فعل کو دہراتا ہے، ایک دفعہ اس کی صف لپیٹی جاتی ہے پھر وہ صف کھولی جاتی ہے تو یہ ازل اور ابد کا مضمون ہے اور موجودہ زمانہ کے سائنس دان سو فیصدی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایک وقت میں کائنات کی صف لپیٹی جاتی ہے اور پھر دوبارہ کھولی جاتی ہے اور یہ لامتناہی سلسلہ ہے۔ تو اس لئے حضرت ابو سلمہ کی جو روایت ہے کہ زمین کو سکیڑ دے گا اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ سے لپیٹ دے گا اور فرمائے گا اَنَا الْمَلِكُ کہ بادشاہ تو مَیں ہوں کہاں ہیں زمینی بادشاہ۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود کے علماء میں سے ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاس پہنچا اور عرض کی کہ ہم (اپنی کتب وغیرہ میں) یہ ذکر پاتے ہیں“۔ اب یہ ساری باتیں یہود کی جاہلانہ باتیں ہیں جو اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے اس نے بیان کیا۔ کیا ہے؟ اللہ آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور دیگر تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر۔ اور پھر فرمائے گا اَنَا الْمَلِكُ ، اَنَا الْمَلِكُ کہ مَیں بادشاہ ہوں! مَیں بادشاہ ہوں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس یہودی عالم کی اس بات پر تعجب کے رنگ میں ہنس پڑے یہاں تک کہ آپؐ کے پچھلے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ پھر آپؐ نے قرآن کریم کی آیت ﴿وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ....﴾ کی تلاوت فرمائی کہ ان گدھوں کو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدر نہیں ہوئی۔ کس شان کا ہے ان کو کوئی علم نہیں۔ ظاہری جاہلوں والی باتیں، انگلیوں پر رکھنے والی باتیں کرتے ہیں۔ (بخاری۔ کتاب التوحید)

ایک اور حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی، یعنی کسی راوی نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے ہم سے کئی احادیث بیان کیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص سب سے زیادہ خبیث اور سب سے زیادہ غصہ دلانے والا ہو گا جو خود کو مَلِكُ الْاَمْلَاك کہتا ہے یعنی بادشاہوں کا بادشاہ، Emperor آج کل کے زمانہ میں کہا جاتا ہے اس کو جو بادشاہوں کا بادشاہ ہو۔ تو یہ ان کی بادشاہت کیا چیز ہے؟ کچھ بھی نہیں، آنی فانی چیز ہے اللہ کے علاوہ حقیقت میں کوئی مالک اور کوئی بادشاہ نہیں۔

ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (حضرت عمر بھی اور ابن عمر بھی دونوں صحابی تھے) اُن سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ اَلْاَمِيْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ “۔ (بخاری کتاب النکاح)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک نگران ہے جس سے اپنی رعایا کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

اب اس حدیث کا یہاں اس مضمون سے کیا تعلق ہے؟ بادشاہ کو تو کوئی پوچھا نہیں کرتا اس لئے جو بادشاہ کی رعایا ہو وہ ضرور بادشاہ کو جوابدہ ہوتی ہے۔ جو ملکیت اس کے سپرد کی جائے اس کے متعلق اس سے پوچھا جاتا ہے۔ امیر نگران ہے اور اپنے گھر والوں کا بھی نگران ہے اور آدمی اپنے گھر والوں کا بھی نگران ہے۔ امیر جو مقرر ہوتے ہیں وہ بھی نگران ہیں، اپنی طرف سے کوئی حکم جاری نہیں کر سکتے۔ وہ حکم وہی ہیں جو قرآن کریم میں نازل ہو چکے ہیں اور وہ حکم ہے جو اوپر سے ان کو قرآن کی تشریح میں ہی ملتے ہیں ورنہ اپنی ذات میں کوئی امیر مالک نہیں ہے۔ تو وہ بھی پوچھا جاتا ہے۔ اگر کوئی غلط بات کہے تو اس کی شکایت کی جاتی ہے، اس کی جواب طلبی ہوتی ہے۔

اور آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے، اپنی بیوی کا بھی اور بچوں کا بھی، عورت بھی اپنے خاوند کے گھر کی اور اس کی نگران ہے۔ 'خاوند کے گھر کی اور اس کی نگران ہے'۔ خاوند کی نگران ان معنوں میں تو نہیں کہ خاوند کی نگہبانی کرتی ہے بلکہ خاوند کی سب باتوں کو غور سے دیکھتی ہے اور سمجھ رہی ہوتی ہے کہ اصل میں خاوند کس قسم کا انسان ہے۔ پھر اس کے گھر کی نگہبانی کرتی ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنی ذمہ داری کو کس طرح ادا کیا۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ سادہ ترجمہ ہے۔ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے، بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے، جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ اس کے متعلق کچھ تشریح تو میں کر چکا ہوں جزا سزا کے دن کا مالک صرف قیامت کے دن نہیں ہوگا اس دن تو کلّی مالک ہوگا اور اس دنیا میں بھی مالک ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے تابع آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں کہ کس طرح رسول اللہ بھی اس دنیا میں خدا کی صفت مالکیت کے مظہر تھے۔ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں اس کا نام مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انسان خوش حال ہو، مگر ممکن ہے کہ پرند، چرند اس سے بھی زیادہ خوش حال ہوں"۔ اب چرندوں پرندوں کا حال تو ہمیں معلوم نہیں ہوتا لیکن وہ بھی اپنی خوشیوں اور مستیوں میں پھرتے ہیں اور کائنات کا لطف اٹھا رہے ہوتے ہیں تو انسان اپنے آپ کو خوشحال سمجھتا ہے مگر پرندے اور چرندے اس سے بھی زیادہ خوشحال ہو سکتے ہیں۔

فرماتے ہیں: "یہ دنیا ایک عالم امتحان ہے، اس کے حل کرنے کے واسطے دوسرا عالم ہے۔ اس دنیا میں جو تکالیف رکھی ہیں اس کا وعدہ ہے کہ آئندہ عالم میں خوشی دے گا۔ اگر اب بھی کوئی کہے کہ کیوں ایسا کیا اور ایسا نہ کیا؟ اس کا جواب ہے کہ وہ تحکم اور مالکیت بھی تو رکھتا ہے۔ اُس نے جیسا چاہا، کیا۔ کسی کو اس کے کام پر اعتراض کی گنجائش اور حق نہیں۔" (الحکم۔ ۳۰/مئی ۱۹۰۸ء۔ صفحہ ۱)

پھر فرماتے ہیں:

"(انسان) گناہ سے تو جلالی رنگ اور ہیبت ہی سے بچ سکتا ہے جب یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کی سزا میں شدید العذاب ہے اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے تو انسان پر ایک ہیبت سی طاری ہو جائے گی جو اس کو گناہ سے بچا لے گی۔" (الحکم۔ ۱۰/دسمبر ۱۹۰۱ء۔ صفحہ ۱)

پھر فرمایا: "مالکیت یوم الدین ایک اپنے فیضان کے لئے فقیرانہ تضرع اور الحاح کو چاہتی ہے"۔ اب جس کے متعلق یہ پتہ ہو کہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے، ظاہر بات ہے کہ اس کے حضور ایک فقیرانہ تضرع اور الحاح کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے "جو گداؤں کی طرح حضرت احدیت کے آستانہ پر گرتے ہیں اور فیض پانے کے لئے دامن اخلاص پھیلاتے ہیں اور سچ مچ اپنے تئیں تہی دست پا کر خدا تعالیٰ کی مالکیت پر ایمان لاتے ہیں"۔

اب یہاں وہ بات جو میں نے پہلے بیان کی تھی اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرمایا: "آپ (یعنی آنحضرت ﷺ) مَالِکِیّت یَوم الدّین کے مظہر بھی ہیں اس کی کامل تجلی فتح مکہ کے دن ہوئی۔ ایسا کامل ظہور اللہ تعالیٰ کی ان صفات اربعہ کا جو امّ الصفات ہیں اور کسی نبی کے زمانہ میں نہیں ہوا"۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم اس وقت مَالِكِ يَوم الدّین کی تجلّی کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے۔

پھر ایک اور اقتباس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَالِكِ يَوم الدّین کا عملی ظہور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی زندگی میں یہ ہوا کہ خدا نے ان میں اور ان کے غیروں میں فرقان رکھ دیا۔ یا جو معرفت اور خدا کی محبت ان کو دنیا میں دی گئی یہ ان کی دنیا میں جزا تھی لیکن یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ صحابہ کی جماعت اتنی ہی نہ سمجھو جو پہلے گزر چکے بلکہ ایک اور گروہ بھی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ بھی صحابہ میں داخل ہیں جو احمد کے بروز کے ساتھ ہونگے"۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آپ کو احمد نہیں بلکہ احمد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا جمالی بروز یقین رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: فرمایا ﴿وَ آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ کہ وہ صحابہ کی جماعت کو اس قدر نہ سمجھو بلکہ مسیح موعود کے زمانہ میں بھی صحابہ ہی کی ایک جماعت ہوگی۔ جیسے ان صفات اربعہ کا ظہور ان صحابہ میں ہوا تھا ویسے ہی ضروری تھا کہ ﴿وَ آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ کی مصداق جماعت صحابہ میں بھی ہو"۔

اب ایک آیت ہے سورۃ آل عمران کی ۲۷ویں آیت۔ ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرِ. اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ﴾ تو کہہ دے اے میرے اللہ! سلطنت کے مالک۔ تو جسے چاہے فرمانروائی عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہے فرمانروائی چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہے عزت بخشتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے وہ بھی خیر ہی کی بنا پر یعنی دوسروں کی بھلائی کی خاطر۔ ورنہ اگر آدمی ذلیل نہ ہو، برے کاموں کی وجہ سے تو شریفوں کی عزتیں لوٹے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں جگہ لفظِ خیر ہی استعمال فرمایا ہے۔ یقیناً تو ہر چیز جسے تو چاہے اس پر دائمی قدرت رکھتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں قُلْ کا ترجمہ کرتے ہوئے کہ "اے بار خدایا، اے مالک الملک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ ہر ایک خیر کہ جس کا انسان طالب ہے تیرے ہی ہاتھ میں ہے تو ہر یک چیز پر قادر ہے"۔

اب سورۃ طٰہٰ کی ۱۱۵ویں آیت ہے ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقّ فَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ. وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْماً﴾ پس اللہ سچا بادشاہ بہت رفیع الشان ہے۔ پس قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر پیشتر اس کے کہ اس کی وحی تجھ پر مکمل کر دی جائے اور یہ کہا کر کہ اے میرے رب مجھ علم میں بڑھا دے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوتا تھا تو باوجود اس کے کہ آپ کو علم عطا کیا جاتا تھا مگر ساتھ ہی آپ دعا بھی کرتے رہتے تھے کہ مجھے علم میں بڑھا دے۔ اور بھی علم دے۔ تیرا لامتناہی علم ہے اس کی کوئی انتہا نہیں مجھے علم میں بڑھا تا چلا جا۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"امامت کا مفہوم تمام حقائق اور معارف اور لوازم محبت اور صدق اور وفا میں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے"۔ امام ہو کوئی تو امام سے مراد ہے جو نیک صفات ہیں ان میں وہ آگے بڑھ جائے۔ "اِسی لئے وہ اپنے تمام دوسرے قویٰ کو اسی خدمت میں لگا دیتا ہے"۔ پس یہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کی امامت کا ذکر ہے، دوسرے امام تو کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ کوشش کرتے ہیں مگر کوشش ان کی پوری نہیں ہوتی۔ حقیقت میں ہر ایک سے ہر نیکی میں بڑھنے والا ایک ہی وجود تھا اور

وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے اور ساتھ ساتھ یہ دعا کرتے چلے جاتے تھے رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ "رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا کی دعا میں ہر دم مشغول رہتا ہے اور پہلے سے اس کے مدارک اور حواس ان امور کے لئے جوہر قابل ہوتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے علوم الٰہیہ میں اس کو بسطت عنایت کی جاتی ہے"۔ اب بسطت سے مراد ہے کشادگی۔ تو علوم الٰہیہ میں اگر کوئی کشادگی حاصل کرنا چاہے تو وہ بھی دعا ہی کے ذریعہ توفیق مل سکتی ہے ورنہ از خود کوئی علوم الٰہیہ میں کشادگی حاصل نہیں کر سکتا۔

پھر حضور ہی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالاتِ افاضہ اور اتمام حجت میں اس کے برابر ہو"۔ اب یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی غلامی میں وہ امام قرار دے رہے ہیں جو علوم قرآنی میں بے نظیر ہے۔ اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا امام حقیقت میں اس جیسا علم قرآن نہیں رکھتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے قرآن مجید کے نوٹس کہاں ہیں۔ وہ نوٹس مجھے دیں تا کہ میں بھی ان سے استفادہ کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دیکھو جب بھی میں کوئی نوٹس لکھتا ہوں اس کے بعد اس مضمون پر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لب کشائی فرماتے ہیں تو میرے نوٹس بالکل ردّی اور بے معنی ہو جاتے ہیں۔ میں ان پر لکیر پھیر دیتا ہوں۔ تو وہی علم قرآن ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ملا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی وساطت سے اس زمانہ میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کیا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول جیسا عارف باللہ بھی آپ کے فرمودات کے بعد اپنے لکھے ہوئے قرآنی نوٹس پر لکیر پھیر دیا کرتا تھا۔

فرمایا: "اس کی رائے صائب، دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے اور اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اس کی رائے کے مخالف ہو تو حق اس کی طرف ہوتا ہے کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نورِ فراست اس کی مدد کرتا ہے اور وہ نور ان چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا۔ ﴿وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾"۔ (ضرورت الامام۔ صفحہ ۷۔۸) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے وہ جب چاہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

"قوتِ ذوق، شوقِ علم سے پیدا ہوتی ہے"۔ اگر کسی کو علم کا شوق ہی نہ ہو تو اس کو ذوق بھی کوئی نہیں، علم میں لذت بھی کوئی نہیں ہوتی۔ تو علم سے لذت پانے کی جو توفیق ہے وہ بھی علم کے شوق سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ "جب تک علم اور معرفت نہ ہو، کیا ہو سکتا ہے رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا کی دعا میں یہ بھی سِرّ ہے کیونکہ جس قدر آپ کا علم وسیع ہوتا گیا، اُسی قدر آپ کی معرفت اور آپ کا ذوق شوق ترقی کرتا گیا۔ پس اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت میں اُسے ذوق شوق پیدا ہو تو اُس کو اللہ تعالیٰ کی نسبت صحیح علم حاصل کرنا چاہئے"۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۲۷ صفحہ ۳ بتاریخ ۳۱ جولائی ۱۹۰۵ء)

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جو علم کا ذوق اور شوق تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا سب سے زیادہ علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو عطا کیا گیا تھا اور جتنا خدا تعالیٰ کا علم بڑھتا ہے اتنا ہی اس کی راہ میں خشیت عطا ہوتی ہے، اسی قدر تقویٰ بڑھتا ہے۔ ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ یہاں علماء سے مراد یہ آج کل کے علماء نہیں بلکہ وہ علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کے سامنے خشیت اختیار کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی صفات کا علم جتنا بڑھتا چلا جائے گا اتنا ہی انسان اس کے حضور زیادہ جھکتا چلا جائے گا۔

فرمایا: "جس قدر آپ کا علم وسیع ہوتا گیا، اُسی قدر آپ کی معرفت اور آپ کا ذوق شوق ترقی کرتا گیا۔ پس اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت میں اُسے ذوق شوق پیدا ہو تو اُس کو اللہ تعالیٰ کی نسبت صحیح علم حاصل کرنا چاہئے اور یہ علم کبھی حاصل نہیں ہوتا جب تک انسان صادق کی صحبت میں نہ رہے"۔ یا جب تک انسان صادق کی صحبت میں نہ رہے براہ راست یہ علم ترقی نہیں کرتا مگر وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں تھے ان کو آپ کے صدق کی وجہ سے وہ صدق عطا ہوا جس کے نتیجہ میں پھر اللہ تعالیٰ کی محبت ترقی کرتی ہے اور یہی سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کا تھا۔ جتنا وہ آپ کے قریب ہوتے چلے گئے عبادت میں اتنا ہی ذوق و شوق بڑھتا چلا گیا۔

"اللہ تعالیٰ کی تازہ بتازہ تجلیات کا ظہور جب تک مشاہدہ نہ کرے اس وقت تک ذوق و شوق نہیں بڑھتا"۔ اب مردِ صادق کے ساتھ رہنے کی خوبی یہ ہے یعنی اس کی اصل وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ مردِ صادق خدا تعالیٰ کی تجلیات تازہ بتازہ نو بہ نو دکھاتا چلا جاتا ہے اور ان تجلیات کی وجہ سے ایمان جو ویسے ایک دفعہ نصیب ہو جائے اور دوبارہ تجلیات دکھائی نہ دیں تو وہ زنگ آلود سا ہوتا چلا جاتا ہے مگر جس کو تازہ بتازہ نو بہ نو پھل عطا ہوتے رہیں اس کا ذوق ہمیشہ تازہ بتازہ نو بہ نو ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی لئے اپنے صحابہ کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میری بات سن کر واپس نہ چلے جایا کرو، یہاں رہا کرو، خدا کی تجلیات ہر آن اترتی رہتی ہیں ان سے تم بھی نور حاصل کرو اور ان تجلیات کے ذریعہ تمہیں اللہ تعالیٰ پر یقین بڑھتا چلا جائے گا۔

سورۃ المومنون کی دو آیتیں ہیں نمبر ۱۱۶ تا ۱۱۷ ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے، بے وجہ، بے مقصد اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے اب خدا تعالیٰ کی کائنات جو پیدا کی گئی ہے، بے مقصد پیدا نہیں کی گئی۔ اگر اسی کائنات میں، اسی دنیا میں مر کر ختم ہو جانا تھا تو انسان کو اتنی وسیع کائنات اور اتنی نعمتیں عطا کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ ہر انسان کا ایک یوم امتحان ہے اور مرنے کے بعد وہ ختم نہیں ہو گا یعنی مرنے کا دروازہ اس کو کھلی چھٹی نہیں ہے۔ یہی وہم ہے جس کے نتیجہ میں جرم دنیا میں بڑھتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ موت کا دروازہ ہمارے لئے کھلی چھٹی ہے جو کچھ ہم نے کر لیا بس کر لیا۔ اگر یہ یقین ہو تو پھر بے انتہا جرم بڑھ جاتے ہیں اور اکثر مجرموں کی نفسیات یہی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں ٹھیک ہے جب تک حکومت ہمیں پکڑ نہیں سکتی ہم جرم کرتے چلے جائیں گے اور جس وقت موت ہوئی سب جرموں سے چھٹی مل جائے گی۔ لیکن جس کو یہ یقین ہو کہ ایک یوم آخرت ہے وہ کبھی بھی جرموں پر دلیری نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی ایک پکڑ کا دن ہے۔ تبھی فرمایا ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ کیا تم بیوقوفوں کی طرح یہ سمجھ رہے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار یونہی پیدا کر دیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ پس بہت بلند شان ہے اس ذات کی جو ملک الحق ہے، جو سچا بادشاہ ہے۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ﴿رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ وہ معزز عرش کا رب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جزا و سزا دینا اُسی کے اختیار میں ہے اسی عالم سے جزا و سزا کا معاملہ شروع ہو جاتا ہے۔ جو نقب زنی کرتا ہے شاید ایک دفعہ نہیں تو دوسری دفعہ، دوسری دفعہ نہیں تو تیسری دفعہ ضرور پکڑا جاتا ہے۔ یا کسی اور رنگ میں اُسے سزا مل جاتی ہے۔ یہ سزا کیا کم ہے کہ چور دولت کے لئے چوری کرتا ہے اور پھر بھی ہمیشہ مفلس اور غریب اور ذلیل رہتا ہے"۔ چوروں کی جو آمد ہے وہ بھی برے کاموں میں

خرچ ہو کر اس کو پھر مفلس کا مفلس چھوڑ دیتی ہے اور ایک واقعہ بیان ہوتا ہے ایک عورت کے متعلق کہ ایک چور اس کی چادر لے کر بھاگ گیا۔ وہ بیچاری بڑھیا کیا کر سکتی تھی۔ پھر ایک موقع پر وہ چور اسے دکھائی دیا تو اس نے لنگوٹی پہنی ہوئی تھی۔ اس نے کہا دیکھا حرام کا مال کس طرح ضائع ہوتا ہے۔ مجھے خدا نے ایک اور چادر دے دی ہے تمہاری لنگوٹی کی لنگوٹی ہی رہی۔ تو حرام کا مال واقعی ضائع ہو جاتا ہے۔ جن کے ماں باپ امیر ہوں ان کی اولادیں ضائع کر دیتی ہیں پس اس لئے جزا سزا کا ایک دنیا میں بھی وقت ہے اور آخرت میں بھی ہو گا، آخرت کا زیادہ شدید ہو گا۔ تو جزا سزا کے دن سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔

فرماتے ہیں:

""""جزا و سزا دینا اُسی کے اختیار میں ہے اسی عالم سے جزا و سزا کا معاملہ شروع ہو جاتا ہے۔ جو نقب زنی کرتا ہے شاید ایک دفعہ نہیں تو دوسری دفعہ، دوسری دفعہ نہیں تو تیسری دفعہ ضرور پکڑا جاتا ہے۔ یا کسی اَور رنگ میں اُسے سزا مل جاتی ہے۔ یہ سزا کیا کم ہے کہ چور دولت کے لئے چوری کرتا ہے اور پھر بھی ہمیشہ مفلس اور غریب اور ذلیل رہتا ہے۔ ہم نے اس عالم میں خوب غور کر کے دیکھ لیا کہ جو سرگرمی سے نیکی کرتا ہے تو نیک نتیجہ پانے سے خالی نہیں رہتا اور جو بدی کرتا ہے ضرور بد نتیجہ بھگت لیتا ہے"۔ یہ ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کی حقیقی اور سچی تفسیر ہے۔

باقی آئندہ خطبہ میں انشاء اللہ، مَلِك کے متعلق، ان صفات سے متعلق مزید روشنی ڈالوں گا۔ آج جیسا کہ مجھے تنبیہ کی گئی تھی کہ آسان بات کرو، کھول کر کرو، پھیلا کر و تا کہ لوگوں کے سروں کے اوپر سے نہ گزر جائے۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ آج جو خطبہ مَیں نے دیا ہے وہ سب کی سمجھ میں آ گیا ہو گا۔